

عالم اسلام میں تجدد اور مغربیت کی تحریک

ترکی کو مغرب بنانے کی کوشش اور اس کے اسباب

مغربی تہذیب نے جس پیچیدہ صورت حال سے عالم اسلام کو دوچار کیا اس سے نمٹنے کیلئے ایک موقف شکست خوردگی، مکمل سپردگی اور ایک عقیدہ مند اور سرگرم مقلد اور ایک ایسے ہونہار و معادمتندش اگر وہ کا ہے جو ابھی سن بلوغ کو نہیں پہنچا اور وہ یہ ہے کہ عالم اسلام کا کوئی حصہ اس مادی مشین اور اپنا مخصوص مزاج و ذہن رکھنے والی تہذیب کو جوں کا توں قبول کرے، اور اس کے سارے بنیادی عقائد، فکری رجحانات، مادی افکار و خیالات اور سیاسی و اقتصادی نظام پر ایمان لے آئے (جو عالم اسلام کے ماحول سے بہت دور نہایت مختلف حالات میں پیدا ہوئے اور ان ہی حالات میں ان کی تشکیل اور پرورش ہوئی) پھر اپنے ملک میں اسکی مکمل نقل کرنا چاہے۔ اور اس کے لئے ہر قسم کی قربانی کرنے اور اس کے لئے بڑی سے بڑی قیمت ادا کرنے پر آمادہ ہو۔ اس طرز فکر اور طریقہ کار کا سب سے پہلے ترکی میں تجربہ کیا گیا، ترکی میں یہ رجحان بہت سے طبعی عوامل اور ایک طویل تاریخ کا نتیجہ تھا۔

ترکی نے ایک طویل عرصہ تک کسی تیاری اور دشمن کے علمی و صنعتی ہتھیاروں سے مسلح ہونے بغیر یورپ کا مقابلہ کیا، اس نے یورپ سے مفید علوم، ضروری صنعتوں، فوجی تنظیم کے طریقوں کو اخذ کرنے اور ملک کو جدید طریقہ پر منظم کرنے کے ضروری کام میں کوتاہی اور تغافل سے کام لیا، علماء اور دینی رہنماؤں نے ملک و قوم کی علمی و فکری رہنمائی کے سلسلہ میں اس ذہانت و

جرات اور محنت کا ثبوت نہیں دیا، جسکی ان کے منصب کے لحاظ سے ان سے توقع تھی اور وہ ان رجحانات کی نگرانی نہ کر سکے جو اس ملک میں تیزی سے داخل ہو رہے تھے جن میں سے بعض فطری اور حق بجانب تھے، وہ اچھے بُرے اور مفید و غیر مفید تقاضوں میں تمیز نہ کر سکے اور علم و فکر کی اسی سرحد پر کھڑے رہ گئے جس سرحد سے علم کا قافلہ اٹھارویں صدی میں گزرا تھا۔ اور ان سب چیزوں سے بڑھ کر یہ کہ ترکی کے آخری سلاطین نے مذہب اور خلافت کو اپنے مخصوص مصالح اور ذاتی مفاد کے لئے استعمال کیا، ملک کی پسماندگی فوجی اخطا، مسلسل شکستوں اور ذات انگیز ناکامیوں میں ان سلاطین کا بھی کبھی بھی دخل ہوتا تھا، بعض اوقات ان سلاطین اور ان کے وزراء اور ارکان سلطنت نے دشمن سے بھی ساز باز اور قوم فردشی سے بھی احترام نہیں کیا، یہ واقعات اگرچہ انفرادی تھے لیکن چھپے ڈھکے نہیں تھے اور نوجوان طبقہ کی بے فروختگی کا اپنے اندر خاصا سامان رکھتے تھے۔

دشوار اور نازک مرحلہ | انیسویں صدی کے آخر میں ترکی کو جس صورت حال کا سامنا کرنا پڑا تھا وہ فطری اور قدرتی ہونے کے باوجود ایک اسلامی ملک کے لئے اپنی نوعیت کا پہلا تجربہ تھا، اسلامی معاشرہ کو اس سے پہلے دو طرح کے تجربوں سے گزرنا پڑا تھا۔ پہلا تجربہ وہ تھا جو پہلی اور دوسری صدی کے اسلامی معاشرہ کو پیش آیا تھا، اس کی نوعیت یہ تھی کہ اسلامی معاشرہ طاقتور، تازہ دم اور زندگی اور ترقی کی صلاحیتوں سے بھرپور تھا، اس کی حیثیت فاتح اور غالب طاقت کی تھی، اس کے بالمقابل دنیا کی دو قدیم و عظیم تہذیبیں تھیں، ایک مغرب کی رومی یونانی تہذیب، دوسری مشرق کی ایرانی تہذیب۔ دونوں تہذیبیں قدیم دنیا کے علوم و فنون، ثقافت و ادب، فلسفیانہ نظاموں کے ذخیرے اور تمدن و معاشرت کے ترقی یافتہ طریقوں سے مالا مال تھیں، اسلامی معاشرہ نے جو ہر طرح کے احساس کمتری سے محفوظ اور خود شناسی اور خود اعتمادی کی دولت سے بھرپور تھا بغیر کسی ذہنی غلامی اور مغربیت کے اپنی ضرورت اور اپنے خیالات کے مطابق ان ذخیروں سے استفادہ کیا، جس چیز کو مناسب سمجھا اس کو بحسنہ اخذ کر لیا اور جس چیز کو نامناسب سمجھا اس کو پہلے اپنے سانچے میں ڈھالا، پھر اسکو اپنی صحیح جگہ فٹ کر لیا، آزاد اور غالب ہونے کی بناء پر یہ استفادہ اور اقتباس اس معاشرہ

سے تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو مضمون نگار کی کتاب "انسانی دنیا پر مسلمانوں کے عروج و زوال کا اثر"

کی روح اور اس کے اخلاقی رجحان پر اثر انداز نہیں ہو سکا۔

دوسرا تجربہ وہ تھا جو اس اسلامی معاشرہ کو ساتویں صدی میں اس وقت پیش آیا جب تازیوں نے عالم اسلام کے مرکزی حصہ پر قبضہ کر لیا، اور مسلمان سیاسی طور پر ان کے مغتوح اور ذیبر نگیں ہو گئے، اس وقت اسلامی معاشرہ کو جس فاتح سے سابقہ پڑا، وہ تہذیب و تمدن، علم و فن، قانون و استدلال بالکل فرومایہ اور تہی دست تھا۔ اس کے پاس نہ کوئی تہذیب تھی، نہ زندگی کا کوئی فلسفہ، معاشرت و اجتماع اور ذہنی نشوونما کے اعتبار سے وہ اس ابتدائی حالت میں تھا جو صحرائی اور جنگجو اقوام کی ہوا کرتی ہے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ مغتوح اسلامی معاشرہ کے سامنے فاتح کی تہذیب، معاشرت، فلسفہ حیات اور افکار و اقدار سے متاثر و مستفید ہونے کا کوئی حقیقی سوال نہیں تھا۔ اس کے برخلاف فاتح قوم روز بروز اپنی مغتوح اقوام سے متاثر ہوتی چلی جا رہی تھی، وہ بتدریج اپنی مغتوح اقوام کی تہذیب، معاشرت، علوم و فنون، اس کے ترقی یافتہ طریقہ زندگی اور اس کے اعلیٰ دینی عقائد اور خیالات سے متاثر ہوتی چلی گئی، بالآخر اس نے اپنی مغتوح اقوام کا دین اور ان کی تہذیب پورے طور پر قبول کر لی اور ان کے سانچے میں ڈھل کر حرم کی پاسبان اور اسلام کی پوجشِ علمبردار اور محافظ بن گئی۔

لیکن عثمانی ترکوں کو انیسویں صدی کے وسط میں جس صورتِ حال سے سابقہ پڑا وہ ان دونوں سابقہ صورتوں سے مختلف تھی، وہ اگرچہ آزاد اور ایک بڑی سلطنت کے مالک تھے، لیکن مردِ زمانہ کے ساتھ خود شناس اور خود اعتمادی کا جوہر بہت کچھ کھو چکے تھے، ان میں نہ تو فردِ اولیٰ کا جوش تھا، نہ ایمان و یقین کی وہ طاقت، اس کے بالمقابل مغربی تہذیب، نئی زندگی، نئی قوت سے محمود اور نئے جوش اور نئی امنگوں سے معمور تھی، وہ اپنے ساتھ ایک ایسا صنعتی، علمی و فکری انقلاب لائی تھی جس کے حدود روز بروز وسیع سے وسیع تر ہوتے چلے جا رہے تھے اور جس سے صرف نظر کرنا ان ترکوں کے لئے ممکن نہ تھا جن کا مرکز سلطنتِ یورپ کے قلب میں تھا، اس تجربہ کو کامیابی سے گزارنے کے لئے اور اس سے فائدہ انداز طریقہ سے نکلنے کے لئے انکو رہنمائی نہ گذشتہ اسلامی تاریخ سے مل سکتی تھی جس میں اس قسم کی کوئی نظیر نہیں پائی جاتی، نہ موجودہ عالم اسلام سے جس کے لئے یہ پہلا تجربہ تھا اور جو خود ترکی کے میدان میں پیش آ رہا تھا، اور پورے عالم اسلام کی ترکیبی پر نظر جمی ہوئی تھی کہ وہ اس سلسلہ میں کون سا موقف اختیار کرتا ہے، اور مالکِ اسلامیہ کو کیا رہنمائی دیتا ہے۔

اس نازک اور دشوار تجربہ سے عہدہ برآ ہونے کے لئے اعلیٰ درجہ کی ذہانت، اسلام اور مغربی تہذیب سے گہری واقفیت اور بہت بڑی جرأت کی ضرورت تھی، یہ درحقیقت ایک مجتہدانہ کام تھا جس کو ترکی کو چار و ناچار انجام دینا تھا، جس میں سارا عالم اسلام اسکی تقلید اور پیروی کے لئے تیار تھا، اسی کام کی تکمیل پر عالم اسلام کے تہذیبی و فکری اور کسی حد تک دینی و سیاسی مستقبل کا بھی انحصار تھا، اس ضرورت کو نہ تو ٹالا جاسکتا تھا، نہ سرسری طور پر اس سے گزرا جاسکتا تھا، نہ اس کے لئے کوئی جہالت لی جاسکتی تھی، یہ ایک ناگزیر فریضہ تھا، جس کو جلد سے جلد ادا ہونا چاہئے تھا۔ اور جس کو ہر مسئلہ پر مقدم رکھنا چاہئے تھا۔

قدیم و جدید گروہ | اس فریضہ کی تکمیل کے لئے ترکی کے دو گروہوں پر نظر پڑتی تھی، ایک قدیم علماء کا گروہ جو افسوس ہے کہ جدید تقاضوں اور جدید تبدیلیوں سے بہت حد تک ناواقف تھا اور اس خطرہ کی سنگینی سے بہت حد تک بے خبر تھا جو یورپ کی بڑھتی ہوئی طاقت نے ترکی کے لئے پیدا کر دیا تھا۔ اس گروہ نے سلطان سلیم ثالث (۱۵۶۶ء، ۱۵۷۴ء) اور اس کے جانشین سلطان محمد (۱۵۹۶ء، ۱۶۰۳ء) کی نئی فوجی تنظیمات اور جدید اصلاحات کی بھی مخالفت کی تھی جو انہوں نے ترکی کو عسکری و علمی لحاظ سے یورپ کی ابھرتی ہوئی طاقتوں کے دوش بدوش سے چلنے کے لئے نافذ کی تھیں۔

بہاں تک نئی نسل کا تعلق ہے (جو پیرس، برلن اور لندن یا انو اسپتہ ملک کی بعض جدید مغربی طرز کی تعلیم گاہوں میں زیر تعلیم تھی)، اس کا نشو و نما، دین کی سب سے وقعتی، دینی مستقبل سے بالوسی، اہل دین کی تحقیر، مغربی تمدن کی غیر محدود تقدیس و عقیدت، مادی اقدار اور مغربی رجحانات و خیالات کے سامنے مکمل سپراٹگندگی پر ہوا تھا، اس نسل میں اس دور رس اور بالغ نظر و فکر کا فقدان تھا جو مغربی فلسفہ حیات کی تنقید پر قادر ہو اور یہ محسوس کر سکتا ہو کہ اس کے کمزور حصے کیا ہیں، کس جگہ افراط و تفریط سے کام لیا گیا ہے، کیا چیزیں ترکی کے لئے (جو عالم اسلام کا قائد و رہنما تھا) مفید ہیں اور ان سے استفادہ و اقتباس جائز بلکہ ضروری ہے، اور کیا چیزیں اس کے مزاج اور تادمخ، دنیا میں اس کے مقام اور کردار سے مطابقت نہیں رکھتیں اور اس کے بلند قامت پر راست نہیں آتیں؟

اس نسل کی قیادت زیادہ تر ان علما یا فوجی تعلیم حاصل کرنے والوں پر مشتمل تھی جن کی ثقافت نہ وسیع تھی، نہ گہری، نہ آزاد، یا وہ لوگ تھے جنہیں ان کی زندگی کے کچھ خاص تجربات، علماء اور قدامت پرستوں کی سرورہری، سب سے تو بھی اور عبود و تنگ ذہنری، قدیم نسل اور اس کے رہنماؤں میں

اور خالص قومی اور مادی بنیادوں پر تعمیر و تشکیل جدید کی دعوت دی، ضیاء گوک الپ نے مغربی تہذیب کو اختیار کرنے کی وجہ یہ بتائی کہ وہ دراصل اس قدیم تمدن کے امتداد و تسلسل کی ایک شکل ہے جس

(SPENCER) اور لی بون (LE BON) سے بہت متاثر تھا، اسی زمانہ میں ایک یونانی استاد کے اثر سے اس کے اندر عقیدے اور عقلیت کی کشمکش پیدا ہوئی، اس نے اسلامی فلسفہ اور تصوف سے تشفی حاصل کرنا چاہی مگر بقول اس کے اس میں اسکو کامیابی نہیں ہوئی اور وہ ارتیابیت (AGNOSTICISM) میں گرفتار ہو گیا۔ ۱۸۹۶ء میں وہ قسطنطنیہ گیا اس کو صرف ویٹرنری کالج (VETERINARY COLLEGE) میں وظیفہ مل سکا، لیکن وہ تعلیم سے زیادہ سیاست سے دلچسپی لیتا تھا اسی بناء پر انھیں اتحاد و ترقی کارکن چن لیا گیا جمہوری مین کی طرح خفیہ کام کرتی تھی، اس کی بعض باغیانہ تحریروں کی بناء پر کالج سے اس کا اخراج ہوا اور وہ گرفتار کر لیا گیا، جیل سے چھوٹنے کے بعد اسکو دیار بکر میں نظر بند کر دیا گیا۔ اس عرصہ میں اس نے گہرا مطالعہ کیا، اسکی توجہ اور دلچسپی کے خاص معنائین مغربی بالخصوص فرانسیسی فلسفہ، سائنس کالوجی اور سوشیالوجی تھے، وہ جلد دیار بکر کی حریت پسند عنصر کی مرکزی شخصیت بن گیا۔ ۱۹۰۷ء میں اس عنصر نے ضیاء کی قیادت میں جابرانہ نظام اور انتظامی مشینری کے خلاف بغاوت کر دی، ۱۹۰۹ء میں سلطان عبدالحمید خاں کی معزولی کے بعد ضیاء اور اس کے رفقاء آزادی سے کام کرنے کے قابل ہو گئے۔ اس نے دو اخبارات ”پیام“ اور (DECLE) جاری کئے۔

سلاویکا میں مستقل قیام اختیار کرنے کے بعد ضیاء ترکی کا ایک قوم پرست لیڈر بن گیا، یہاں ترکی کے اس مغربی سرحدی علاقہ میں رہ کر اس کو روشن خیال ترک اور مغربی فضلاء سے زیادہ قریب ہونے کا موقع ملا۔ اور اس کے اندر ترکی قومیت کی بنیاد پر اتحاد و تنظیم کے فکر نے نشو و نما حاصل کی جس میں اسلام بنیادی عامل (FACTOR) کی حیثیت نہیں رکھتا ۱۹۱۲ء میں جنگ بلقان کے نتیجہ میں ترکی کے زیر حکومت متعدد اسلامی ممالک (۱۹۱۲ء میں البانیہ اور ۱۹۱۳ء میں حجاز) نکل گئے جس سے تحریک قومیت و طورانیت قدرۃً زیادہ مقبول اور حقیقت پسندی پر مبنی نظر آنے لگی، ترکی کی نئی نسل پر گوک الپ کا ذہنی اثر اس وقت بہت مستحکم اور وسیع ہو گیا، جب وہ ۱۹۱۵ء میں (محض اپنی ذاتی قابلیت اور معنائین کی بناء پر بغیر کسی علمی سند و فراغت کے) استنبول یونیورسٹی میں علوم عمرانیہ کا استاذ اول مقرر ہوا۔ ۱۹۱۵ء میں دوسرے محاسب وطن ترکوں کی طرح اس کو بھی استنبول چھوڑنا پڑا، ۱۹۲۱ء میں جب مصطفیٰ کمال نے یونانیوں پر فتح حاصل کی تو وہ رہا ہوا، ۱۹۲۲ء میں وہ ہمیشہ تالیف و ترجمہ کا صدد نامزد ہوا۔ وہ کمال کا پر جوش حامی تھا، اور انتخاب میں اس نے اس کے لئے بڑا کام کیا تھا، اگرچہ ان سے اس کے ذاتی تعلقات کبھی گہرے نہیں ہوئے۔ ۱۹۲۶ء میں جب پارلیمنٹ منتخب

کے نشو و نما اور حفاظت میں (بقول اس کے) ترکوں کا خاص حصہ رہا ہے، وہ اپنے ایک مضمون میں لکھتا ہے:-

”مغربی تہذیب درحقیقت بحر روم کی تہذیب کا امتداد (CONTINUATION) ہے، اس تہذیب (جسکو ہم بحیرہ روم کے منطقہ کی تہذیب کہتے ہیں) کے بانی سماری (SUMERIANS) سیٹی (SCYTHIANS) فینیقی (PHOENICIANS) رعاة (HYKSOS) ترکی نسل سے تعلق رکھتے تھے۔ تاریخ میں قدیم زمانوں سے پہلے ایک طورانی دور کا وجود ملتا ہے، اس لئے کہ وسط ایشیا کے قدیم باشندے ہمارے اجداد تھے۔ اس کے عرصہ بعد مسلمان ترکوں نے اس تہذیب کو ترقی دی اور اس کو یورپ تک پہنچایا، پھر مغربی و مشرقی سلطنت روم کے خاتمہ کے بعد ترکوں نے یورپ کی تاریخ میں انقلاب پیدا کیا، اور اسی بنیاد پر ہم مغربی تہذیب کا جزو ہیں اور ہمارا اس میں حصہ ہے۔“

مغربی تہذیب کا اختیار کرنا کیوں ضروری ہے، اس انتخاب و اختیار کے نتیجہ میں کیا انقلاب رونما ہوگا اور ترکی کے جسمِ مردہ میں کس طرح نئی قوت اور نئی روح پیدا ہو جائے گی؟ اس کا جواب دیتے ہوئے وہ لکھتا ہے:-

”جب کوئی قوم اپنے نشو و ارتقاء کا ایک بڑا فاصلہ طے کر چکی ہے تو اپنی تہذیب کا تبدیل کرنا بھی ضروری سمجھتی ہے۔ جب تک خانہ بدوش قبائل کی حیثیت سے وسط ایشیا میں تھے تو اس وقت وہ مشرق بعید کی تہذیب کے اثر میں تھے،

ہوئی اس میں وہ دیار بکر کا نمائندہ تھا، ۱۹۲۴ء میں وہ طویل ہوا، کمال اتارک نے یورپ میں اس کے علاج کے مصارف کی ساری ذمہ داری لینے کا وعدہ کیا۔ گوک الپ نے صرف اس خواہش کا اظہار کیا اس کے خاندان کا خیال رکھا جائے اور اس کی اس تصنیف کی شاعت کا انتظام کیا جائے۔ یو ترکی تہذیب کے موضوع پر ہے۔ ۲۵ اکتوبر ۱۹۲۴ء کو ۴۸ یا ۴۹ سال کی عمر میں انتقال کیا اور مقبرہ سلطان محمد میں دفن ہوا۔

(ماخوذ از کتاب FOUNDATIONS OF TURKISH NATIONALISM از HEYD. U)

GOKALP ZIYA: TURKISH NATIONALISM AND WESTERN CIVILIZATION. P-267

(باختصار)

9888

جب سلطنت (عثمانی) کے عہد میں آئے تو بیزنطینی دائرہ اثر میں داخل رہے اور جبکہ وہ عوامی دور حکومت کی طرف منتقل ہو رہے ہیں، انہوں نے مغربی تہذیب کو قبول کرنے کا مصمم ارادہ کر لیا ہے۔

وہ ثابت کرتا ہے کہ اس انتخاب سے ترکی کی اسلام سے علیحدگی ضروری نہیں۔
 "معاشرے، مذاہب و ثقافت کے اختلاف کے باوجود ایک مشترک تہذیب اختیار کر سکتے ہیں، جاپانی اور یہودی مذہب و عقیدہ میں اختلاف کے باوجود اہل مغرب کے ساتھ ان کی تہذیب میں برابر کے شریک ہیں۔"

وہ ثابت کرنا چاہتا ہے کہ مذہب اور تہذیب دو مختلف چیزیں ہیں، "اسلامی تہذیب" یا "مسیحی تہذیب" ایک قسم کا مغالطہ ہے، مذہب عقیدے اور بعض عبادات و مراسم تک محدود ہے جس کا علوم و فنون سے کوئی رشتہ نہیں۔

"کوئی ادارہ ایسا نہیں ہو سکتا جو ان گروہوں کے درمیان مشترک ہو جو مختلف مذاہب سے تعلق رکھتے ہیں، بسبب واقعہ یہ ہے کہ مذہب صرف ان مقدس اداروں، عقائد اور مراسم کے مجموعہ کا نام ہے تو وہ ادارے جو مذہبی تقدس نہیں رکھتے (مثلاً سائنسی افکار، صنعتی آلات و اوزار، جمالیاتی معیار) ایک علیحدہ نظام کی تشکیل کرتے ہیں جو مذہب کے دائرہ سے خارج ہوتا ہے، ایجابی علوم جیسے ریاضیات، طبیعیات، علم الحیات، نفسیات، عمرانیات، صنعتی طریقے اور فنون لطیفہ کا مذاہب سے کوئی تعلق نہیں ہوتا، چنانچہ کسی تہذیب کا بھی مذہب سے انتساب درست نہیں ہے۔ نہ مسیحی تہذیب کا وجود ہے نہ اسلامی تہذیب کا، ٹھیک جس طرح سے مغربی تہذیب کو مسیحی تہذیب کہنا صحیح نہیں، اسی طرح مشرقی تہذیب کو اسلامی تہذیب کہنا بھی درست نہیں ہے۔"

اس انقلاب انگیز اقدام کے لئے وہ روس کی مثال دیتا ہے، جس نے قدامت پسند کٹر مسیحی

کلیسا کی پیروی اور مشرقی رنگ کی تہذیب سے تعلق رکھنے کے باوجود ترقی یافتہ مغربی تہذیب کو اختیار کیا اور مغرب کی آزاد و طاقتور قوموں کی صف میں کھڑا ہو گیا، وہ لکھتا ہے۔

”جب اہل مغرب نے اپنے کورون وسطی کے اثرات سے آزاد کیا اس وقت روس کے آرھٹوڈکس عیسائی اپنے کورھٹوڈکس چرچ کا غلام سمجھتے تھے، چنانچہ روسی قوم کو بیزنطینی تہذیب سے آزاد کرنے میں اور مغربی تہذیب سے آشنا کرنے میں پطرس اعظم کو سخت دشواریوں کا سامنا کرنا پڑا، یہ جاننے کے لئے کہ کسی ملک کو نمونہ مغرب بنانے اور اس کو یورپ کے رنگ میں رنگنے کے لئے کیا وسائل و اسباب اختیار کئے جاسکتے ہیں، تاریخ اصلاحات پطرس کا مطالعہ کرنا چاہئے اس زمانہ میں لوگوں کا خیال تھا کہ روسی ترقی کے اہل نہیں ہیں، لیکن اس انقلاب کے بعد انہوں نے بڑی تیزی کے ساتھ ترقی کے مراحل طے کئے، یہ تاریخی حقیقت اس بات کے ثبوت کے لئے بالکل کافی ہے کہ مغربی تہذیب ہی ترقی کی واحد شاہراہ ہے۔“

پھر وہ یہ ثابت کرتے ہوئے کہ آزادی اور قومی وقار کی حفاظت کے لئے مغربی تہذیب پر اپنا اقتدار قائم کرنا ضروری ہے، لکھتا ہے۔

”ہم کو دو میں سے ایک راستہ لامحالہ اختیار کرنا ہوگا، یا تو ہم مغربی تمدن قبول کریں یا مغربی طاقتوں کا غلام رہنا پسند کریں۔ ہمیں ایک بات کا فیصلہ کرنا ضروری ہے، ہمارے لئے لازم ہے کہ ہم اپنی حریت کی حفاظت کے لئے مغربی تہذیب پر اپنی سیادت قائم کریں۔“

ضیاء گوک الپ ترکی جدید کے فکری معماروں میں اہم ترین حیثیت رکھتا ہے، اس نے وہ فکری اساس اور جدید نقطہ نظر مہیا کیا، جس پر فہنی و اصولی حیثیت سے اس جدید ریاست اور جدید معاشرہ کی بنیاد رکھی گئی، پروفیسر نیازی برکس نے اس کے منتخب مضامین کا جو مجموعہ شائع کیا ہے اس کے مقدمہ میں اس حقیقت کا اظہار کیا ہے کہ ترکی کی جدید اصلاحات کے اساسی نکات پر اسی کا اندازہ

